سے "احمد رضا خاں" کو امت مسلمہ کا متفقہ راہنما قرار دیا گیا اور "البریلویۃ" میں ان کے خلاف عائد کردہ "الزامات" کا جواب دینے کی ترغیب دلائی گئی مگر ہماری "سلفی" صحافت کچھ دیر احتجاج کر کے پھر حکمرانوں کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہو گئی اور کچھ حضرات کو تو زبانی احتجاج کی بھی توفیق نہ ہوئی اور وہ نامعلوم مصلحتوں کی بناء پر اپنی زبانوں پر خاموشی کی مہرلگائے رہے۔ بعض حضرات نے بیان واپس نہ لینے کی صورت میں انتخابات میں مخالفت کی دھمکی دی مگر کچھ عرصہ بعد ہی جھنگ کے ضمنی انتخابات میں حکمرانوں کی فی سبیل اللہ خوشامد کی انتہا کر دی۔ جہاں تک حکومت کی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کا تعلق ہے تو اس ضمن میں احتجاج کرنے والے تو بہت ہیں۔ اگر ہماری صحافت نے اس مسئلہ میں آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو اس کی تلافی اپوزیشن اور دیگر ذرائع کی طرف سے ہو رہی ہے مگر جو براہ راست ہمارے ساتھ متعلقہ مسائل ہیں ان پر بھی اگر ہم احتجاج نہیں کر سکتے تو ہمارے وجود کا کوئی جواز نہیں۔

ہم نے بارہا علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید" کیس کے سلسلہ میں آواز اٹھائی۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف صاحب نے بھی اس ضمن میں توجہ دلائی مگر ذمہ داران نہ صرف یہ کہ ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ حکمرانوں کی خوشامد میں زیادہ دل لگی سے مصروف ہو گئے۔

کچھ اہل حدیث کارکنوں نے ایک دفعہ پھر اس قسم کے ذمہ داران کے خلاف احتساب کی آواز اٹھائی ہے جن میں سید خالد محمود شاہ صاحب' جناب نعیم بادشاہ صاحب' محمد یونس چوہدری صاحب اور رانا امان اللہ صاحب جیسے احباب شامل ہیں۔ جہاں ان حضرات کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے وہاں دوسرے احباب کو بھی چاہئے کہ وہ سادگی کا لبادہ اتار کر تحقیق و جستجو کریں اور دوہری خوشامد کی بجائے احتساب کا فرض انجام دینے میں یکسر کوتاہی نہ کریں۔

بات چل رہی تھی حکومت کی منافقت اور بددیانتی اور ان کے خلاف علمائے کرام کی محتسبانہ کردار کی ضرورت کی۔ اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی "نابینا سکینڈل" بھی ہے جس پر کسی نے بہت خوب تبصرہ کیا ہے کہ ایک اندھے نے ساری حکومت کو اندھا کر دیا۔ یہ نابینا قاری کا پہلے بھکاری تھا۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ اس ملک میں احمقوں کی کمی نہیں۔ پیری کا لبادہ اوڑھو اور عیش و عشرت کرو۔ وہ ایک پہنچا ہوا بزرگ بن گیا اور مریدوں کے دل "جاری" کرنے لگ گیا۔ اس کی براہ راست اللہ تعالیٰ تک (معاذ اللہ) رسائی ہو گئی۔ بہت سے وزیر اور مشیر